محدّث کبیر، محقق العصر، استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے درسی افادات

ایک حدیث کی حکیمانہ تشریح

گرمی اور سردی کا جہنم کے دو سانسوں سے تعلق

ضبط و ترتیب :۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

حرارت و برودت کے اسباب فیحِ جہنم اور آفتاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم ۔ (ترجمہ) "جب گرمی شدید ہو تو ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑاس (فیح) سے ہے"۔

اس حدیث میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ دُنیا میں گرمی اور اس کی شدت کا اصل سبب فیحِ جہنم ہے۔ مگر ظاہر پرست، سائنس دان اور ظاہر بین اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمین کی گرمی و سردی کا اصل سبب آفتاب ہے۔ سورج کے سمت الراس کے قریب ہونے سے حرارت اور بعید سے برودت پیدا ہوتی ہے، لھٰذا حرارت اور گرمی کی شدت کو فیحِ جہنم کا نتیجہ قرار دینا مشاہدہ کے خلاف ہے ـــ لیکن قدرے غور و فکر اور بغیر تعصب کے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بجا ہے اور اپنی حقیقت پر محمول ہے نہ تادیل کی ضرورت ہے اور نہ انکار کی گنجائش۔

اسباب باطنی بھی ہوتے ہیں اور ظاہری بھی !

دراصل یہ دُنیا دارالاسباب ہے، کائنات میں وقوع پذیر ہونے والے امور کا تعلّق اسباب سے ہے، اسباب ظاہری بھی ہوتے ہیں اور باطنی بھی۔ حرارت کا ظاہری سبب نار ہے یا شمس ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ سورج میں یہ حرارت کہاں سے آتی ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فان شدۃ الحر من فیح جھنم کہ آفتاب کی حرارت فیحِ جہنم کی وجہ سے ہے جو حرارت کا باطنی سبب ہے۔ سائنسدانوں اور ظاہر بینوں کی نظر بظاہر تک محدود رہی، مگر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی میں اس کے اصل اور باطنی سبب کی بھی نشاندہی کر دی ـــ لہٰذا سائنسدانوں کے قول اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کوئی تعارض نہیں، سائنسدانوں کی نظر ظاہر تک محدود رہی اس لیے حرارت کی نسبت سورج کی طرف کر دی جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حقیقت اور اصل سبب پر تھی، اس لیے حرارت کا سبب فیحِ جہنم کو قرار دیا۔

جہنم کے دو سانس

جہنم نے خدا کے حضور شدتِ حرارت کی شکایت کی اور عرض کیا کہ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کہ میرا بعض حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جا رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اعتدال پر رکھنے کے لئے نفسین (دو سانسوں) کی اجازت مرحمت فرمائی۔ فاذن لھا بنفسین نفس فی الشتاء و نفس فی الصیف۔

جہنم کے تنفس (سانس لینے) کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ سال میں دو سانس نکالتی ہے، ایک جانب جنوب اور دُوسرا جانب شمال کو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نفسین سے مراد دو سانس ہیں کہ ایک لیتی ہے اور دوسرا نکالتی ہے۔

نظامِ کائنات میں حکمت اور مصلحت

قدرت کی حکمت کائناتی نظام کے ہر ذرّہ میں پوشیدہ ہے۔ فیحِ جہنم گو بظاہر گرمی اور شدتِ حرارت کا نام ہے مگر بباطن انسانی مفاد اور دنیا کی بقاء کا راز بھی اس میں مضمر ہے۔

جب آپ فیحِ جہنم اور شمسی نظام کے قیام پر غور کریں گے تو یہ اشکال بھی خود بخود رفع ہو جائے گا کہ فیحِ جہنم کی وجہ سے سال بھر کا موسم یکساں کیوں نہیں رہتا۔

جہنم کی حرارت اور اس کی شدت کا یہ عالم ہے کہ اگر جہنم کا ایک ذرّہ بھی اس کائنات میں ڈال دیا جائے تو سارا کائناتی نظام جل کر راکھ ہو جائے، اور جنت کی چیز اگر ناخن برابر بھی دنیا پر ظاہر ہو جائے تو ساری کائنات شاداب اور منور ہو جائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو سانس لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو یہ یقینی بات ہے کہ اس کے تنفس سے یہ عالم جل بھن کر راکھ ہو جاتا۔ اللہ پاک نے اس کے تدارک کے لیے آفتاب بنا دیا اور فیحِ جہنم کو اس کے ذریعے سے دنیا کو منتقل کرنا منظور ہُوا۔

اگر حرارت براہ راست جہنم سے دنیا کو منتقل ہوتی تو ساری کائنات جل کر راکھ ہو جاتی۔ اس کی مثال آپ تربیلہ بند کو لے لیں، اگر وہاں سے براہ راست یہاں بجلی منتقل کر دی جاتی تو سارے مکانات جل جاتے۔ مگر وہاں سے یہاں تک کئی واسطوں سے بجلی پہنچتی ہے پھر شہر سے باہر ٹرانسفارمر لگایا گیا ہے جس سے ایک خاص مقدار میں بجلی شہر کو منتقل ہوتی ہے۔

فیح جہنم کا کرۂ شمس میں منتقل ہونا

کرۂ شمس جو زمین سے کئی سو گنا بڑا ہے، فیح جہنم کے ایام میں وہ جہنم کے محاذات پر آجاتا ہے اور جہنم کی فیح (بھڑاس و حرارت) کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے جس سے کرۂ شمس میں بھی گرمی آجاتی ہے۔ ادھر چونکہ زمین بالطبع بارد و یابس تھی اور کمال برودت و یبوست کی وجہ سے اس قابل نہ تھی کہ اس پر انسان یا حیوان زندہ رہ سکیں یا وہ کسی فصل وغیرہ کی کاشت کے قابل ہو۔ اب اللہ نے سورج کی جو حرارت کا کرہ ہے، کرۂ ارض پر آہستہ آہستہ تدریجی طور پر گرمی اور حرارت پہنچانے کی ڈیوٹی لگادی۔

سورج میں فیح جہنم کی حرارت محصور اور محفوظ ہو جاتی ہے[1] پھر تمام سال سورج حسب ضرورت و حکمت زمین کو پہنچاتا رہتا ہے۔ اس حکیمانہ نظام کے تحت سورج کا اپنے مدار میں سال بھر کا چکر برودت اور حرارت کا باعث ہوتا ہے۔ اگر چوبیس گھنٹے روشنی اور حرارت ہی باقی رہتی تو زندگی مشکل تھی اور کائنات کی بقاء اور استحکام خطرہ میں تھا، اس لیے بارہ یا چودہ گھنٹے سورج کی حرارت اور پھر اس کے غروب سے برودت کا نظام قائم کیا گیا۔

نار اور نور کی ضرورت و تقسیم

چونکہ فیح جہنم میں ناریت بھی تھی اور نورانیت بھی۔ کائنات کو دونوں چیزوں کی ضرورت تھی۔ نورانیت کی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سورج کے محاذات میں چاند بنا دیا ہے، نور القمر مستفاد من نور الشمس، چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے، گویا فیح جہنم کی نورانیت بواسطہ شمس کے قمر نے محفوظ کر لی اور اب حکمت و تدریج سے کائنات میں اسے تقسیم کرنے کی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے۔

عدم علم عدم وجود کی دلیل نہیں

کسی چیز کا ہمارے تجربہ و مشاہدہ میں نہ آنا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ واقعتہً بھی وہ چیز موجود نہیں۔ ریڈیو میں باتیں ہوتی ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ہوائی لہروں کے ذریعہ سے ریڈیو میں آتی ہیں، مگر ہمیں یہ مشاہدہ نہیں کہ وہ کس جانب سے اور کیسے آرہی ہیں مشکوٰۃ کی روایت میں جو نیل و فرات اور جیحون و سیحون کو من انہار الجنۃ قرار دیا گیا ہے۔

اس روایت پر بھی یہی اشکال کیا جاتا ہے کہ عام طور پر تجربہ و مشاہدہ میں دریائے سیحون وغیرہ کے پانیوں کا سرچشمہ پہاڑوں کے تالاب اور وہاں پانی کے ذخائر ہیں، انہیں من انہار الجنۃ قرار دینا بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ دریائے سیحون گلگت کے کوہستانوں سے آتا ہے جہاں پانی کے تالاب اور ذخائر موجود ہیں، اتنا کچھ تو ہمارے مشاہدہ میں ہے، مگر اب یہ دوسری چیز مشاہدہ میں نہیں ہے کہ گلگت کے کوہستانی پہاڑوں میں پانی کہاں سے آتا ہے، اب پانی کا تحقق ہے مگر اس کے طریق آمد کا ہمیں علم نہیں ہے۔ عدم علم سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے اور الصادق الامین نبی ہیں آپ نے جو فرمایا سچ فرمایا۔ لا ریب دنیا کی گرمی فیح جہنم کا اثر ہے، اور سیحون و جیحون کا پانی انہار جنت سے ہے۔ رہا یہ سوال کہ فیح جہنم کا اثر دنیا میں کیسے آتا ہے یا انہار جنت سے پانی دنیا کو کیسے منتقل ہوتا ہے؟ تو اس کا ہمارے مشاہدہ میں نہ آنا عدم واقعہ کی دلیل نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

بعض ظاہر بین یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ جب جیحون و سیحون انہار جنت سے ہیں اور ان کا پانی بھی جنت سے آتا ہے، پھر تو چاہیئے کہ ان میں جنت کے پانی کے اوصاف بھی پائے جائیں! جنت کے پانی میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پینے سے پیاس نہیں لگتی، بھوک ختم ہو جاتی ہے اور اس میں انسان غرق نہیں ہوتا بلکہ وہ پانی حیات کا باعث ہے۔

علماء نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ معدن کے بدلنے سے اشیاء کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اور ظرف کے بدلنے سے مظروف کا حکم بدل جاتا ہے اہل منطق کا مشہور اصول ہے کہ حصول اشیاء بانفسہا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا قول بھی منقول ہوا ہے کہ حصول اشیاء باشباہہا ہوتا ہے، مگر یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے، پہلا قول مشہور اور راجح ہے۔ جب خارجی اشیاء کا ہم نے تصور کیا مثلاً نار کا تصور کیا، جبل (پہاڑ) اور بحر (دریا) کا تصور کیا تو منطقی اصول حصول اشیاء بانفسہا کے پیش نظر چاہیئے کہ حرق (جلانا) دخرق (پھٹنا اور توڑ دینا) اور غرق (ڈبو دینا) کا تحقق بھی ہو جائے۔

کیونکہ نار کی خاصیت حرق ہے جبل کی خاصیت خرق ہے اور بحر کی

---

[1] حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فیح جہنم کے سورج کو منتقل ہونے کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کہ پرانے زمانے میں بغیر بجلی کے چلنے والی آٹا مشینوں کے دھواں خارج کرنے والے پائپ ہوتے ہیں جن کے سر پہ پائپ کے منہ سے قدرے بڑے سائز کی ٹوپی لگی ہوئی ہوتی ہے، جب مشین چلتی ہے تو دھواں پائپ کے منہ سے نکل کر ٹوپی کے منہ میں جاتا ہے، انتقال کے اس عمل سے "ٹک ٹک" کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ سورج بھی جہنم کے منہ کے محاذات میں اس پائپ کی ٹوپی کی طرح جب برابر ہوتا ہے تو یہ بعینہ فیح جہنم کے سانس نکالنے کا وقت ہوتا ہے جس کو سورج حاصل کر کے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

(باقی صفحہ ٨١٠ پر)